صداقتِ احمدیّت

از

سیّدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

صداقتِ احمدیّت

(تقریر حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی فرمودہ ۱۹ فروری ۱۹۲۰ء بمقام لاہور)

احترام انبیاء علیہم السّلام

دُنیا میں بہت سے انبیاءؑ گذرے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور بزرگ تھے اور اس کی طرف سے بھیجے ہوتے تھے ہمارے سردار ہیں۔ ہم ان کا ادب اور احترام کرتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ توفیق دے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ان کو بھی درودوں میں شامل کر لیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مالک اور خالق کے پیارے ہیں تو ہمارے بھی پیارے ہیں۔ ان کو ہمارے مالک اور خالق خدا نے عزت دی ہے اور جن کو اس نے عزت دی ہے ان کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس ہم تمام انبیاء علیہم السلام کا احترام کرتے ہیں۔ خواہ ان کا نام ہمیں قرآن کریم کے ذریعہ معلوم ہؤا یا قرآن نے ان کا نام نہیں لیا۔ قرآن کے اس مقرر کردہ اُصول کے ماتحت کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر: ۲۵) کوئی اُمّت ایسی نہیں گذری جس میں نذیر نہ آیا ہو۔ ہم سب کی عزت کرتے ہیں) اور جہاں جہاں کوئی نبی آیا ہے اس کا احترام کرتے ہیں۔

فضیلتِ رسولؐ اللہ بر جملہ انبیاءؑ

لیکن باوجود اس اقرار کے ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان سب نبیوں اور سب انسانوں کے جو آج تک پیدا ہوئے یا آئندہ پیدا ہوں گے سردار اور ان سے افضل اور اعلیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب سے دُنیا کا آغاز ہؤا ہے اس وقت سے لے کر کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا جو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کھڑا ہو سکے اور کسی ذاکر نے خدا تعالیٰ کا اتنا ذکر اپنی زبان پر جاری نہیں کیا کہ اس مقام پر قدم رکھ سکے جہاں محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم تھا۔ خواہ کوئی نبی ہو یا غیر نبی، رسول ہو یا

غیر رسول کوئی ہو کسی ملک کا رہنے والا ہو، کسی تمدن کی اتباع کرنے والا ہو، کوئی زبان بولنے والا ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہرگز نہیں کھڑا ہو سکتا۔

صداقت عظمتِ رسول اکرمؐ

یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ ایک صداقت اور حقیقت ہے، جس کے دلائل موجود ہیں۔ خالی دعویٰ تو ہر شخص پیش کر سکتا ہے۔ ایک ہندو بھی کہہ سکتا ہے کہ تمہارا کیا حق ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے افضل ہے۔ ہمارے اوتار سب سے اعلیٰ ہیں۔ ہم احمدیت کے رو سے یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوؤں میں بھی اوتار گذرے ہیں مگر یہ نہیں مان سکتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اوتار افضل گذرا ہے۔ مگر ایک ہندو کا حق ہے کہ وہ دعویٰ کرے کہ ہمارا فلاں اوتار سب انسانوں سے افضل ہے۔ اسی طرح ایک عیسائی بھی کہتا ہے کہ یسوع مسیحؑ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل ہے۔ یہودی بھی کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ سب سے افضل ہیں۔ اسی طرح دیگر مذاہب کے لوگ بھی اپنے اپنے بزرگوں کو سب سے افضل بتاتے ہیں۔ لیکن ان کے اور ہمارے دعویٰ میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ ہمارے دعویٰ کے ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں۔ مگر ان کے پاس اپنے دعویٰ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا نبی یا ہمارا اوتار یا ہمارا خداوند مسیح سب سے افضل ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتے اور ہم جو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں تو اس کا ثبوت بھی پیش کرتے ہیں جو روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ ہاں اگر ہمارے پاس بھی دوسرے مذاہب کے لوگوں کی طرح ثبوت اور دلائل نہ ہوتے تو ہمارا بھی حق نہ تھا کہ یہ دعویٰ کرتے مگر خدا کے فضل سے ہمارے پاس ثبوت اور اور دلائل موجود ہیں جو ہم پیش کرتے ہیں لیکن دوسرے لوگ محض ضد اور تعصب سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو اپنی ہی چیز کو اچھا کہے اور دوسروں کے پاس خواہ اس سے اچھی چیز موجود ہو اسے بُرا قرار دے۔

کرشمہ اُلفت و محبت

کہتے ہیں ایک بادشاہ تھا ایک دن جبکہ اس کا دربار لگا ہوا تھا اس نے اپنے ایک غلام کو ٹوپی دی اور کہا جو لڑکا سب سے خوبصورت ہو اس کے سر پر رکھ دو۔ وہ ٹوپی لے کر گیا اور اپنے میلے کچیلے لڑکے کے سر پر رکھ آیا جس کے ہونٹ بہت موٹے تھے ناک بہہ رہی تھی اور آنکھیں چندھائی ہوئی تھیں۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا یہ تم نے کیا کیا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت مجھے یہی لڑکا سب سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے اس لئے اسی کے سر پر ٹوپی رکھ آیا ہوں۔ تو یہ عام قاعدہ ہے کہ اپنی ہی چیز کو اعلیٰ اور سب سے افضل قرار دیا

جاتا ہے۔ کہتے ہیں کسی نے مجنوں کو کہا تھا کہ لیلیٰ کوئی خوبصورت عورت نہیں ہے اس سے اعلیٰ درجہ کی اور کئی عورتیں ہیں تم اس پر کیوں مر رہے ہو۔ مجنوں نے کہا تمہاری نظر میں وہ خوبصورت نہ ہوگی اس کو میری آنکھوں سے دیکھو تو معلوم ہو۔ تو جس سے انسان کو محبّت ہوتی ہے اس کا درجہ سب سے بڑھاتا ہے اور اس کو سب سے اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ اسی طرح دوسرے مذاہب والے اپنے اپنے بزرگوں کو جو سب سے اعلیٰ اور افضل بتاتے ہیں تو محض محبت اور تعلق کی وجہ سے بتاتے ہیں۔ مگر ان کے افضل اور اعلیٰ ہونے کا جب ان سے ثبوت طلب کیا جاتے تو کچھ پیش نہیں کر سکتے ثبوت صرف ہمارے پاس ہے جو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے اعلیٰ اور افضل ہونے کے متعلق پیش کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے کے ثبوت اور دلائل تو اتنے ہیں کہ اگر ان کو ہم پیش کرنا شروع کریں تو سالہا سال کا عرصہ درکار ہے۔ قرآن کریم سارے کا سارا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے ثبوتوں سے بھرا ہُوا ہے۔ زمین و آسمان آپ کی افضلیت کی شہادت دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو ہر ایک چیز کا خالق ہے اور اس کی تمام مخلوق شہادت پیش کر رہی ہے مگر چونکہ اس قدر وسیع باتوں کا سمجھنا اور اس وقت ان کا پیش کرنا آسان نہیں ہے اس لئے میں ایک ہی دلیل کو لیتا ہوں جو بہت بڑی ہے اور جس کا سمجھنا ہر ایک انسان کے لئے نہایت آسان ہے۔

سچائی پرکھنے کا معیار

وہ دلیل جو حضرت مسیحؑ کے قول میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت مسیحؑ انجیل میں فرماتے ہیں کہ درخت اپنے پھل ہی سے پہچانا جاتا ہے (متی باب ۷ آیت ۱۶ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء) جب کسی درخت کو پھل لگتے ہیں تو ان کے ذریعہ اس کی خوبی اور برتری معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ ایک بالکل سچا واقعہ اور نیچر کا مقرر کردہ "قاعدہ ہے۔ جس کو حضرت مسیحؑ نے بیان کیا ہے مثلاً آم کے درخت کو کیکر کے درخت پر کیا فضیلت ہے۔ یہی کہ آم شیریں پھل دیتا ہے لیکن کیکر نہیں دیتا۔ پھر آم کے درختوں کی ایک دوسرے سے کیونکر قیمت بڑھتی ہے۔ اسی طرح کہ کوئی درخت کم پھل دیتا ہے اور کوئی زیادہ۔ کسی کے پھل شیریں ہوتے ہیں اور کسی کے کھٹے۔ تو پھلوں کی وجہ سے ہی ایک درخت کو دوسرے درخت پر فضیلت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے ایک کی قیمت دوسرے کی قیمت سے بڑھتی ہے۔ یہی حال اور دوسرے درختوں کا ہوتا ہے کہ جس غرض اور جس کام کے لئے وہ ہوتے ہیں اس کو جو اعلیٰ طور پر پورا کرتا ہے اس کو دوسروں پر فضیلت دی جاتی ہے اور جو اس غرض کو پورا نہیں کرتے ان کی کچھ فضیلت نہیں رہتی۔ دیکھو آم کا درخت پھل

دینے چھوڑ دیتا ہے تو اس کے مقابلہ میں ایک ایسے درخت کی قیمت بڑھ جاتی ہے جو کوئی پھل نہیں دیتا کیونکہ اس کی لکڑی آم کی لکڑی کی نسبت مضبوط اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے تو آم انار اور اَور درختوں کی قیمت ان کے پھلوں کی شیرینی پر لگتی ہے۔

مقابلہ آنحضرتؐ بر دیگر انبیاءؑ

اسی اصل کے ماتحت ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاءؑ کی تعلیم کا مقابلہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فضیلت حاصل ہے یا نہیں۔ کہ آپؐ کی تعلیم پھل اور نتائج کے لحاظ سے دوسروں سے اعلیٰ ہے۔ اگر آپؐ کی تعلیم کے پھل دوسرے انبیاءؑ کی تعلیموں سے زیادہ اور اعلیٰ درجہ کے ہوں تو پھر آپؐ کے اعلیٰ اور افضل ہونے میں بھی شک و شبہ نہیں رہ جاتا، لیکن اگر آپؐ کی تعلیم کے پھل اور ثمرات اور فوائد پہلے نبیوں کی تعلیموں سے کم ہوں تو آپؐ بھی ان نبیوں سے کم درجہ کے ہونگے۔

اس اصل کے ماتحت ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دیکھتے ہیں۔ اور موٹی موٹی چند ایک مثالیں لیتے ہیں کہ آدمی کو درختوں کی طرح میوے نہیں لگا کرتے۔ بلکہ اس کے پھلوں سے یہ مراد ہوتی ہے کہ جو تعلیم وہ دیتا ہے اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اور اس کی تعلیم سے کیسے لوگ تیار ہوتے ہیں۔ اس بات کا موازنہ کرنے کے لئے ہم تین نبیوں کو لیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ (ابن ماجہ۔کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ) کہ مَیں آدم کے تمام بیٹوں کا سردار ہوں۔ اس دعویٰ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ہم حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کے نبی تھے جیسا کہ خود خدا تعالیٰ نے بتایا ہے اس لئے ان کے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور پیارے ہونے سے کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کیا درجہ ہے۔ اس کے لئے ہم ان کے پھلوں کو دیکھتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم کو کیسے پھل لگے اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کو کیسے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو کیسے۔ یہ سب انبیاءؑ چونکہ دُنیا کی اصلاح کے لئے آتے تھے اس لئے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کس نبی نے اپنی تعلیم کے ذریعے ایسی جماعت تیار کی جو تقویٰ اور طہارت میں سب سے بڑھ گئی اور کوئی جماعت اس کا مقابلہ نہ کر سکی۔ جس نبی کی تیار کردہ جماعت ایسی ثابت ہو جاتی ہے گی وہ سب سے بڑھ جائے گا۔ خواہ وہ عیسیٰؑ ہو۔ خواہ موسیٰؑ لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت قربانی اور ایثار، تقویٰ و طہارت، نیکی

اور بھلائی میں سب سے بڑھ کر ثابت ہو تو خواہ دُنیا کچھ کہے اور کسی کو افضل ٹھہرائے دلائل اور ثبوت ہی پکار پکار کر کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے افضل ہیں اور کوئی نہیں جو ان کی شان کو پہنچ سکے۔

اثرات تعلیم رسولؐ و تعلیم انبیاءؑ

اب ہم ان انبیاء علیہم السلام کی تعلیموں کے نتائج کا موٹا سا مقابلہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ آئے اور انہوں نے بنی اسرائیل کو تبلیغ کی۔ کسی قوم اور جماعت کی فرمانبرداری اور اطاعت کا پتہ مشکلات اور مصائب کے وقت ہی لگا کرتا ہے۔ قصہ مشہور ہے کہ ایک پوربیا مرگیا اور اس کی بیوی نے ماتم شروع کیا کہ ہائے فلاں سے اس نے اتنا روپیہ لینا تھا وہ کون لے گا ایک دوسرا پوربیا بولا۔ "اری ہم"۔ پھر اس نے کہا فلاں جائیداد کا کون انتظام کرے گا اسی نے کہا "اری ہم"۔ اسی طرح کہتے کہتے جب اس نے یہ کہا کہ اس نے فلاں کا اتنا روپیہ دینا تھا وہ کون دے گا؟ تو کہنے لگا میں ہی بولتا جاؤں کوئی اور بھی بولے گا یا نہیں۔ تو ایسے تو بہت لوگ ہوتے ہیں جو لینے اور فائدہ اُٹھانے کے وقت آگے بڑھتے ہیں لیکن مشکل کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس لئے اصل قربانی اور محبت کا پتہ مشکلات کے وقت ہی لگتا ہے۔

ایک واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کی جماعت کا واقعہ قرآن میں آتا ہے اور بائبل میں بھی مذکور ہے۔ اس لئے جب کہ نہ مسلمان اس کا انکار کرتے ہیں اور نہ عیسائی تو پھر اور کسی کو اس کا انکار کرنے کا کیا حق ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو ایک ایسی قوم سے مقابلہ آپڑا جو بڑی زبردست اور طاقتور تھی تو حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ مگر ان کی قوم نے یہ دیکھ کر کہ ہمارا دشمن بڑا طاقتور ہے کہا کہ اس سے ہم کس طرح مقابلہ کرسکتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا تم خدا کا نام لے کر چلو تو سہی خدا ہمیں مدد دے گا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ اے موسیٰؑ! ہم تو اس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہرگز نہ جائیں گے۔ تیرا خدا اور تُو جا اور جاکر لڑو۔ بائبل سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی جماعت کا ایک بہت قلیل حصہ مقابلہ کے لئے تیار ہُوا اور باقی ساری کی ساری قوم پیچھے رہ گئی۔ (استثناء باب ۱ آیت ۲۶ تا ۳۳ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء) اس سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی جماعت کے اکثر حصہ کی حالت یہ ہوئی کہ اس نے ان کو کہہ دیا کہ تُو اور تیرا خدا جاکر لڑو ہم نہیں جائیں گے۔

ایک واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام

ان کے بعد ہم حضرت عیسٰیؑ کی طرف آتے ہیں۔ وہ دُنیا میں آتے اور انہوں نے لوگوں کی اصلاح کی جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ مگر اس وقت ہمیں مقابلہ کر کے یہ دیکھنا ہے کہ ان کا کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کیسا تھا۔ ان کی جماعت میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ جب دشمن نے حضرت عیسٰیؑ کو پکڑنا چاہا تو اس وقت ان کے بڑے حواری سے جس کو انہوں نے اپنی جماعت کا امام بنایا ہوا تھا جب پوچھا گیا کہ تو عیسٰیؑ کو جانتا ہے۔ تو اس نے یہ دیکھ کر کہ میں بھی پکڑا جاؤنگا کہا کہ مَیں تو اس پر لعنت کرتا ہوں (متی باب ۲۶ آیت ۷۴ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء) تو بجائے اس کے کہ وہ اس وقت یہ کہتا کہ ہاں مَیں اسے جانتا ہوں جو اس کا حال ہوگا وہی میرا ہوگا وہ کہتا ہے کہ مَیں اسے جانتا ہی نہیں اور پھر اس پر بس نہیں کرتا بلکہ لعنت کرتا ہے۔

ایک واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ان واقعات کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت کو دیکھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وطن مکّہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہیں اور مدینہ آکر مدینہ والوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ اگر دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا تو مدینہ والے اس کے مقابلہ میں لڑیں گے اور اگر باہر جا کر لڑنا پڑا تو ان پر لڑنا فرض نہ ہوگا لیکن جب اُحد کی لڑائی کا وقت آیا اور دشمن نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا تو صحابہؓ میں مشورہ ہؤا اور یہ قرار پایا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑیں تا کہ لڑائی کے لیے کُھلا میدان مل جاتے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ دشمن کی تعداد اتنی کثیر تھی کہ مسلمان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ دشمن کے پاس تین ہزار تجربہ کار سپاہی تھے اور مسلمانوں کے صرف ایک ہزار آدمی تھے جن میں سے اکثر لڑائی سے ناواقف تھے۔ کیونکہ مدینہ کے لوگ لڑائی کرنا نہ جانتے تھے۔ وہ زمینداری اور زراعت میں مصروف رہتے تھے اور جس طرح ہمارے ملک میں رواج ہے کہ غلطی سے پیشوں کی وجہ سے لوگوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے اسی طرح ان کو حقیر سمجھا جاتا تھا اور ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ کیا لڑیں گے۔ یہ لوگ بھی اس ایک ہزار کی تعداد میں شامل تھے۔ پھر اس میں تین سو لوگ ایسے تھے جو منافق تھے اور جن کو سب مسلمان جانتے تھے کہ ہمیں گالیاں دیتے اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس لئے مسلمان سمجھتے تھے کہ ہماری تعداد دشمن کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ مشورہ دو باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کریں یا اندر سے ہی۔ آخر فیصلہ ہؤا کہ باہر جا کر مقابلہ کرنا چاہئے آپ نے بدر کے موقع پر بھی فرمایا تھا کہ ہاں مشورہ دو۔ جس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ انصار بولیں کہ ان کا کیا ارادہ ہے کیونکہ ان سے معاہدہ

تھا کہ اگر باہر جاکر دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا تو وہ نہ جائیں گے۔ اس پر ایک انصاری اُٹھا اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ ہم بولیں ہم نے جب آپ کو خُدا کا رسول مان لیا تو اب کیا ہے اگر آپ ہمیں کہیں گے کہ سمندر میں گھوڑے ڈال دو تو ہم ڈال دیں گے۔ ہم موسیٰ کی جماعت کی طرح نہ کہیں گے کہ جا تُو اور تیرا خدا جا کر لڑو۔ بلکہ جب تک دشمن ہماری لاشوں کو روند کر آپ تک نہیں آئے گا ہم اسے نہیں آنے دیں گے۔ (سیرت ابن ہشام عربی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء)

مابہ الامتیاز کی بین شہادت

یہ تھا پھل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اب دیکھو کس کے پھل اعلیٰ ہیں۔ آیا موسیٰ کے جنہوں نے کہہ دیا تھا کہ تُو اور تیرا خُدا جا کر لڑو ہم نہیں جائیں گے۔ یا عیسیٰ کے جس کے خاص حواری نے ان پر لعنت کی تھی۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جنہوں نے باوجود باہر جا کر نہ لڑنے کا معاہدہ کیا ہُوا تھا یہ کہا کہ اگر دشمن آپ تک پہنچے گا تو ہماری لاشوں کو روند کر ہی پہنچے گا۔ جیتے جی ہم اسے آپ تک نہ آنے دیں گے۔ کوئی کہہ سکتا ہے جوش میں آکر لوگ اس طرح کہہ ہی دیا کرتے ہیں لیکن جب مصیبت آپڑتی ہے تب یہ جوش قائم نہیں رہتا۔ مگر انہوں نے یہ زبان سے ہی نہ کہا بلکہ لڑائی میں بھی گئے اور خدا تعالیٰ نے ان کے دعوے کو سچا کرنے کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے نرغے میں گھر گئے اور ایسے خطرناک طور پر گھر گئے کہ عام خبر مشہور ہوگئی کہ آپ شہید ہوگئے ہیں۔ اس وقت ان لوگوں کی کیا حالت ہوئی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک انصاری حضرت عمرؓ سے جنہوں نے سر نیچے ڈالا ہُوا تھا آکر پوچھتے ہیں کیا ہُوا؟ وہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے۔ یہ سن کر وہ انصاری کہتے ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا سے چلے گئے ہیں تو ہمارے یہاں رہنے کا کیا فائدہ۔ چلو ہم بھی چلیں اور لڑ کر مرجائیں۔ یہ کہہ کر وہ گئے اور لڑ کر مارے گئے اور اس سختی سے لڑے کہ جب ان کی لاش کو دیکھا گیا تو اس پر ستر زخم لگے ہوتے تھے★ پھر اور اخلاص کا نمونہ دیکھئے۔ جب دشمن تیر پر تیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مار رہا تھا۔ تو چند صحابہؓ آپؐ کے ارد گرد کھڑے ہوگئے جن کی پیٹھیں تیروں سے چھلنی ہوگئیں۔ کسی نے ایک صحابیؓ سے پوچھا جب تم پر تیر پڑتا تھا تو کیا تم اُف بھی نہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا میں اُف اس لئے نہ کرتا تھا کہ کہیں میرا جسم نہ ہل جائے اور تیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جا پڑے۔

اخلاص مستورات مؤمنینؓ

یہ تو لڑنے والوں کا حال تھا جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ مرد بہادر ہُوا ہی کرتے ہیں۔ مگر یہ اخلاص مردوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ

★ سیرت ابن ہشام عربی جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء ؛ عے سیرت ابن ہشام عربی جلد ۳ صفحہ ۸۸ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء)

عورتوں میں بھی ایسا ہی پایا جاتا تھا۔ یہی لڑائی جس میں مشہور ہؤا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے جب ختم ہوئی اور لوگ مدینہ کو واپس لوٹے تو ادھر مدینہ کے بچے اور عورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر دیوانہ وار باہر نکلے۔ لڑائی سے واپس آنے والے لوگ آگے آگے جا رہے تھے ان میں سے ایک عورت بے تحاشا آکر پوچھتی ہے کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس کے دل میں چونکہ رسول کریمؐ کے متعلق اطمینان اور تسلی تھی اس نے اس بات کو معمولی سمجھ کر کہا تمہارا باپ مارا گیا۔ عورت نے کہا میں نے پوچھا ہے کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا تمہارا بھائی مارا گیا ہے۔ عورت نے کہا میں یہ پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا تیرا خاوند بھی مارا گیا ہے۔ عورت نے کہا میری بات کا تم کیوں جواب نہیں دیتے میں پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ زندہ ہیں۔ یہ سُن کر اس عورت نے کہا شکر ہے خُدا کا۔ اگر رسول اللہ زندہ ہیں تو ہمیں اور کسی کی پرواہ نہیں۔ (سیرت ابن ہشام اردو حصہ دوم صفحہ ۸۴ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء)

اس بات کو وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس نے عورتوں کا جزع فزع دیکھا ہو کہ اگر کسی عورت کا ایک دن کا بچہ بھی مر جاتا ہے تو کسقدر روتی ہے۔ مگر اس عورت کا سارے کا سارا خاندان کہ جس پر اس کا آسرا تھا مارا جاتا ہے وہ کہتی ہے کہ اگر رسول اللہ زندہ ہیں تو کوئی حرج نہیں یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ تھی جس نے مردوں اور عورتوں میں ایسا اخلاص بھر دیا اور یہ آپؐ کے سب سے افضل ہونے کا ثبوت ہے جو اور کوئی قوم اپنے نبی کے متعلق پیش نہیں کر سکتی۔ پس ثابت ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب انبیاءؑ سے افضل ہیں اور آپؐ کا درجہ ہر بات میں دوسروں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے جو جماعت تیار کی اس کے مردوں عورتوں حتیٰ کہ بچوں میں ایسا اخلاص اور محبت پائی جاتی ہے جس کا نمونہ اور کہیں نہیں مل سکتا۔

دو مسلم بچوں کی بہادری

بدر کی لڑائی میں دو پندرہ پندرہ برس کے لڑکوں نے بڑی کوشش سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت حاصل کی۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ لڑائی کے وقت یہ دونوں لڑکے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے اور میں یہ خیال کر رہا تھا کہ آج میں کس طرح لڑوں گا۔ میرے ساتھ اگر بہادر سپاہی ہوتے تو میں لڑ سکتا۔ اب کیا کروں گا۔ میں ابھی اسی خیال میں تھا کہ ایک لڑکے نے مجھے کہنی ماری۔ اور جب میں اس کی طرف متوجہ ہؤا۔ تو اس نے پوچھا ابو جہل کہاں ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دُکھ دیا کرتا ہے؟ میں ابھی اس کو جواب نہیں دینے پایا تھا کہ دوسرے نے آہستہ سے پوچھا تاکہ دوسرا نہ سُن لے۔ چچا!

ابوجہل کون سا ہے؟ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں اس کو ماروں۔ یہ صحابی عبد الرحمٰن بن عوف تھے جو بڑے بہادر اور جری تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ خیال میرے دل میں بھی نہ تھا کہ مَیں ابوجہل کو ماروں۔ مگر مَیں نے ابھی ابوجہل کی طرف اشارہ ہی کیا تھا کہ دونوں لڑکے میرے دائیں اور بائیں سے چیل کی طرح جھپٹے اور دشمن کے لشکر میں گھس کر ابوجہل کو جا مارا۔ (بخاری کتاب المغازی باب فضل من شھد بدراً) دیکھو یہ پندرہ پندرہ برس کے لڑکے تھے۔ اس نُور کے بغیر جوان کو حاصل تھا اس عمر کے لڑکے کیا کرتے ہیں یہی کہ شہر کے لڑکے انگریزی کھیلیں کھیلتے ہیں اور گاؤں کے لڑکے دیہاتی کھیلیں۔ مگر وہ اپنی جان کی کھیل کھیلتے ہیں اور ایسی بہادری سے کھیلتے ہیں کہ بڑے بڑے بہادر حیران ہو جاتے ہیں۔

یہ نظارہ ایک عقلمند اور سمجھدار انسان کو بہت بڑے نتیجہ پر پہنچاتا ہے اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاءؑ سے افضل تھے اور کوئی آپؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پھر قرآن بھی یہی کہتا ہے اور خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی فرماتے ہیں کہ مَیں سب انسانوں کا سردار ہوں۔ جب ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے تو معلوم ہؤا کہ جو نبی سب سے افضل ہے وہی سب سے خدا کا پیارا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ رسول اللہؐ سے پیار اور محبت کے متعلق فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اٰل عمران: ۳۲) محمدؐ تو ہمارا ایسا محبوب ہے کہ جو اس کی فرمانبرداری کرے وہ بھی ہمارا محبوب ہو جاتا ہے۔

اختلاف فرقہائے مسلم کا طریق فیصلہ

اس نکتہ کو مدِّنظر رکھ کر اسلام کی صداقت اور حقیقت کا سمجھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ پھر عام طور پر مسلمانوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا فیصلہ بھی اسی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب تجربہ اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاءؑ سے اعلیٰ اور ہر طرح اور ہر رنگ میں افضل ہیں۔ تو اسلام کے ہر مسئلہ کے متعلق غور کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہی عقیدہ درست اور صحیح ہو سکتا ہے۔ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور سب کمالات کا جامع ہونا ثابت ہو اور جس عقیدہ سے یہ ثابت ہو کہ آپؐ کسی سے افضل نہیں رہتے۔ یا اس کے اختیار کرنے سے آپؐ کے کسی کمال میں نقص پایا جاتا ہے۔ تو وہ عقیدہ قطعاً اسلام کے خلاف، تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہو گا۔ وہ اسلام کا پیش کردہ عقیدہ نہیں ہو سکتا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کم کرنے والا اور آپ کی عظمت کو بٹہ لگانے والا ہو۔

اس نقطہ کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جس میں کسی مسلمان کو خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو۔ اہلحدیث ہو یا اہلسنّت،

سہروردی ہو یا دیوبندی، شیعہ ہو یا سُنّی غرض کسی فرقہ کا ہو اسے اس امر میں اختلاف نہ ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور کوئی ایسا عقیدہ درست نہیں ہوسکتا جس سے آپ کی شان اور عظمت کم ہو۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو ایک اختلاف پیدا ہؤا ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اس دُنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس بات کو مدِّنظر رکھ کر کہ عیسائیت تمام مذاہب کو عموماً اور اسلام کو خصوصاً کھاتی جا رہی ہے خدا نے میرا نام مسیح رکھا ہے تاکہ مَیں عیسائیت کو پاش پاش کرکے اس پر اسلام کو غالب کروں اور اس لحاظ سے کہ مسلمان اسلام سے دُور ہو گئے، شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرتے، ان کا اکثر حصّہ نمازیں نہیں پڑھتا جو پڑھتا ہے وہ طوطے کی طرح پڑھتا ہے ان مفاسد کو دُور کرنے کے لئے میرا نام مہدی رکھا گیا ہے۔

مدعی کاذب بڑا مجرم ہے

اب اگر یہ دعویٰ کرنے والا جُھوٹا ہو تو اس سے بڑھ کر کافر کون ہوسکتا ہے۔ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ مجھے خُدا نے الہام کیا حالانکہ خدا نے نہ کیا ہو اور اس کا دعویٰ جھوٹا ہو تو اس سے بڑھ کر مجرم کون ہوسکتا ہے؟ ہاں ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا۔ دیکھو اگر ایک چوہڑا، چمار معمولی ڈھنڈورا دیتا پھرے تو لوگ اس کی طرف دوڑتے جاتے اور معلوم کرتے ہیں کہ کیا کہتا ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں اس کی طرف توجہ نہ کی جاتے۔ اگر وہ جھوٹا بھی ہو تو خدا تعالیٰ ان لوگوں سے جنہوں نے اس کے دعویٰ پر غور نہیں کیا ہوگا پوچھے گا کہ تمہیں بغیر غور کئے کس طرح معلوم ہوگیا کہ یہ جھوٹا تھا۔ دراصل تمہاری نیت ہی ٹھیک نہ تھی۔ ورنہ تم اس کے دعویٰ پر ضرور غور کرتے اور غور کے بعد اس کے جھوٹے یا سچے ہونے کا فیصلہ کرتے۔ تمہارے دل میں خدا کا ادب اور توقیر ہی نہ تھی۔ ورنہ وہ جس نے خُدا کی طرف سے آنے کا دعویٰ کیا تھا اس کے دعویٰ کی طرف تم ضرور توجہ کرتے۔

سعید انسان کی سعادت

خدا تعالیٰ کا ادب جس انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ اس کی عجیب حالت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آکر کہا آپ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بتائیں کہ آپ نبی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں خدا کا نبی ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا میں آپؐ کو قبول کرتا ہوں۔ یہ بھی ادب

کی ایک حد ہے۔ لیکن یہ ادب بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے عام لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے دعویٰ کو چھوڑ کر باقی خوبیاں تو مانتے جاتے ہیں۔ لیکن دعویٰ کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

دعویٰ کی سچائی پر مخالف رائے

دیکھو حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق مخالف یہ تو مانتے ہیں کہ آپ سلطان القلم تھے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر اخبار وکیل میں لکھا گیا کہ:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مُٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دُنیا سے اُٹھ گیا۔" (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۶۵، ۵۶۶ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

کیا جس شخص کی یہ تعریف ہو اس کو پاگل یا مجنون کہا جا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اب اس کے متعلق یا تو یہ کہا جائے گا کہ چالاک اور لسّان آدمی ہے لوگوں کو فریب میں لانا چاہتا ہے۔ یا یہ کہ سچا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ بس یہی دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ یا تو جھوٹا ہے اور خدا تعالیٰ پر افتراء کرتا ہے اس لحاظ سے اس سے بُرا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یا سچا ہے اور واقع میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لحاظ سے اس کے دعویٰ کو ماننا ہر شخص پر فرض ہے۔

پس ایک ایسا شخص جو پاگل نہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے کا دعویٰ کرتا ہے اس کی بات کو سننا نہایت ضروری اور اہم ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہو تو بے شک اسے ردّ کر دیا جائے، لیکن اگر سچا ہو تو پھر اس کا ردّ کرنا آسان نہیں۔ آگ سے کھیلنا آسان ہے، لیکن اس کی بات کا ردّ کرنا آسان نہیں کیونکہ آگ صرف جسم کو جلاتی ہے اور اس کا انکار رُوح کو جلاتا ہے۔ پھر آگ تو پچاس ساٹھ یا سو سال کی زندگی کا خاتمہ کرتی ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے کروڑوں کروڑ سال کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ پھر آگ دُنیا کی خوشی اور آرام سے علیحدہ کرتی ہے مگر اس سے عقبیٰ کا آرام اور اطمینان کھویا جاتا ہے۔ پھر آگ عارضی رشتوں اور تعلقوں سے جُدا کرتی ہے مگر اس سے خالق اور مالک اور سب سے بڑھ کر محبوب خدا سے جُدائی ہو جاتی ہے۔ پس اس نہایت ہی ضروری مسئلہ پر جس قدر بھی غور کیا جائے تھوڑا ہے اور ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرنے والے کے دعویٰ کو سُنے اور اس پر غور کرے۔

دعویٰ حقہ پر عظمت نبی پاک

اب رہا یہ کہ کس طرح غور کیا جائے۔ اس کے متعلق میں بتاتا ہوں۔ غور کرنے کے اور بھی طریق ہیں لیکن ایک اس وقت پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اب جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے متعلق یہ دیکھا جائے کہ اس کے دعویٰ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہوتی ہے یا ہتک۔ اگر اس کے دعویٰ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے تو خواہ سُورج کو اپنے دائیں اور چاند کو اپنے بائیں رکھ کر بھی دکھا دے تو اس کا دعویٰ مردود ہوگا۔ لیکن اگر اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ثابت ہوتی ہے اور آپؐ کی شان بڑھتی ہے تو وہ قابلِ قبول ہوگا اور کسی مؤمن کے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اسے قبول کرے۔

وفات مسیح و صداقت حقہ

اب دیکھئے اس زمانہ میں جس انسان نے خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے پہلی بات یہ پیش کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جن کو خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا فوت ہوگئے ہیں اور میں اُمتِ محمدیہؐ کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ اس کے متعلق ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں اور ان کے دوبارہ آکر رسول کریمؐ کی اُمت کے اصلاح کرنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے یا ہتک۔ اگر ہتک ہو تو ہم اس عقیدہ کو ہرگز درست تسلیم نہ کریں گے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہر طرح سے دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔ دیگر مذاہب کے لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے کہ اپنے بزرگوں کو جو افضل نہیں ہیں سب انسانوں سے افضل قرار دیتے ہیں۔ مگر ہمیں تو خدا تعالیٰ نے سردار ہی ایسا دیا ہے کہ اس کی جتنی بھی عزت و توقیر کریں تھوڑی ہے اور اس کو سب سے افضل کہنا بالکل سچ ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس بات کو مدِّنظر نہ رکھ کر بڑی بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں اور کہیں نکل گئے ہیں۔ اس وقت ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہے یا ان کی زندگی میں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ نے ان کے دشمنوں سے بچانے کے لئے زندہ آسمان پر اُٹھا لیا اور وہ اس وقت تک زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات دے دی اور آپؐ اسی زمین میں مدفون ہیں۔ آپؐ کو اپنی زندگی میں کئی تکلیفیں پیش آئیں۔ مکہ سے آپؐ کو نکلنا پڑا۔ لڑائیوں میں آپؐ کو زخم لگے، دشمنوں نے آپ کو تنگ کیا، لیکن اس ساری زندگی میں خدا تعالیٰ نے انہیں آسمان چھوڑ پہاڑ پر بھی نہ اُٹھایا۔ حضرت عیسیٰؑ پر تو جب ایک ہی مشکل وقت آیا تو خدا تعالیٰ نے انہیں فوراً

آسمان پر اُٹھا لیا۔ لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُکھ پر دُکھ آئے مصیبتوں پر مصیبتیں پڑیں مگر خدا تعالیٰ نے انہیں اسی زمین میں رکھا آسمان پر نہ اُٹھایا۔ اس کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ رات اور دن خدا تعالیٰ کی اطاعت کے سوا انہیں کوئی کام ہی نہیں اور خدا تعالیٰ کے سوا انہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ حتیٰ کہ عیسائی بھی کہتے ہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور تو خواہ کچھ کہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ اُٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا، سوتا جاگتا، صبح و شام، شادی و غمی، حتیٰ کہ میاں بیوی کے تعلقات میں، کپڑے پہنتے وقت، پاخانہ پھرتے وقت غرضیکہ ہر گھڑی اور ہر لحظہ خُدا کا ہی نام لیتا ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا کے متعلق اسے جنون تھا۔ تو وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی محبّت میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک عیسائی کہتا ہے کہ خدا کا اس کو جنون ہو گیا تھا اس کی تو خدا تعالیٰ مشکلات اور تکالیف میں اس طرح مدد نہیں کرتا کہ آسمان پر اُٹھائے۔ لیکن جب حضرت عیسیٰؑ کو ذرا تکلیف آتی ہے تو خدا انہیں آسمان پر اُٹھا لیتا ہے۔ پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے راتوں رات مکّہ سے جانا اور ایک غار میں چھپنا پڑتا ہے مگر حضرت عیسیٰؑ کے لئے خدا تعالیٰ مکان کی چھت پھاڑ کر انہیں آسمان پر اُٹھا لیتا ہے۔ اب بتاؤ ان دونوں میں سے خدا تعالیٰ کا زیادہ پیارا اور محبوب کون ہُوا؟

حیاتِ مسیحؑ سے خُدا و رسولؐ پر الزام

اس سے خدا تعالیٰ پر الزام آتا ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیار اور محبت میں سب سے بڑھ گئے تھے تو کیوں خدا تعالیٰ نے ان سے سب سے زیادہ پیار اور محبّت ظاہر نہ کی اور ان کے مقابلہ میں کیوں حضرت عیسیٰؑ سے اپنی محبت اور پیار کا زیادہ ثبوت دیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیار میں سب سے بڑھ گئے تھے تو خدا تعالیٰ بھی انہیں کے ساتھ اپنی زیادہ محبّت کا ثبوت دیتا اور مشکلات کے وقت انہیں آسمان پر اُٹھا لیتا۔ صحابہؓ کے دل میں آپ کے طور پر یہ بات آئی بھی ہے کہ یہ انسان ایسا نہیں ہے کہ زمین پر وفات پائے۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت عمرؓ جیسا جلیل القدر صحابی تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ جس نے یہ کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے مَیں اس کی گردن اُڑا دوں گا وہ تو آسمان پر گئے ہیں اور پھر آئیں گے۔ اس وقت اس کے خلاف کہنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور سب خاموش ہو گئے کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آئے اور سیدھے اندر چلے گئے۔ جب جا کر دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم فوت ہوگئے ہیں تو باہر گئے اور لوگوں کو بُلا کر کہا سنو وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران ۱۴۵) کہ محمدؐ نہیں تھے مگر اللہ کے رسول آپ سے پہلے رسول فوت ہوگئے۔ اگر آپ بھی فوت ہوگئے تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ یہ رسول ہی تو ہیں خُدا نہیں۔ اگر خدا ہوتے تو ہمیشہ زندہ رہتے۔ پھر انہوں نے کہا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ (بخاری کتاب المناقب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت متخذاً خلیلاً) جو محمدؐ کی عبادت کرتا ہے وہ دیکھ لے کہ آپ فوت ہوگئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ سُن لے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرتا۔

اس طرح انہوں نے بتایا کہ جو یہ کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوتے وہ گویا آپ کو خدا سمجھتا ہے کیونکہ خدا ہی ایک ایسی ہستی ہے جس پر موت نہیں آسکتی۔ رسول تو پہلے بھی فوت ہوگئے ہیں اور یہ بھی فوت ہوگئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ واقع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں اور یہ بات میرے ذہن میں آئی تھی کہ میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس وقت پھر حضرت حسانؓ مرثیہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(دیوان حسان بن ثابت صفحہ ۹۲ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء)

ہمارا تو سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا جب وہ فوت ہوگیا تو ہمیں کیا کوئی مرے یا جیئے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اسی صورت میں ثابت ہوسکتی ہے کہ یہ تسلیم کیا جاتے کہ آپ سے پہلے کوئی رسول زندہ نہیں رہا۔ ورنہ ایک سچا مومن کس طرح یہ برداشت کرسکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو زمین میں مدفون ہوں اور حضرت عیسٰیؑ اس وقت تک زندہ آسمان پر بیٹھے ہوں۔ طبعی عمر کے متعلق تو ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی نبی کو زیادہ دے دے اور کسی کو کم مگر طبعی طور پر ایک نبی کو زندہ بٹھاتے رکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو چونکہ اس نبی کی زیادہ ضرورت تھی۔ اس لئے اس کو زندہ رکھا ہے اور دوسرے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے اسے وفات دے دی۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر اتنا بڑا حملہ ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اس کو ٹھنڈے دل سے برداشت نہیں کرسکتا۔

عام لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ رکھنے پر قادر نہیں ہم کہتے ہیں قادر ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کی کوئی قدرت ظاہر کس طرح ہوتی ہے۔ اس کی قدرت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ظاہر کرے پھر اس کے خلاف کس طرح ہوسکتا ہے۔ لیکن مَیں کہتا ہوں خدا تعالیٰ کا قانون قدرت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح سنبھال کر رکھنے کے خلاف ہے۔ دیکھو ایک غریب آدمی اپنے کپڑوں کو خواہ کتنے پُرانے ہوں سنبھال کر رکھتا ہے تاکہ وہ پھر کام آئیں۔ لیکن امیر اپنے پُرانے کپڑے اور لوگوں کو دے دیتا ہے۔ اسی طرح غریب انسان ایک دفعہ کا پکا ہؤا کھانا سنبھال کر رکھتا ہے کہ پھر کھالوں گا۔ لیکن امیر ایسا نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جب بُھوک لگے گی اس وقت پھر تازہ پکوا لوں گا۔ اب حضرت عیسیٰؑ کو سنبھال کر رکھنے کا یہ مطلب ہؤا کہ خدا سے اتفاقاً حضرت عیسیٰؑ ایک اعلیٰ درجہ کے نبی بن گئے تھے اور پھر وہ ایسا نبی نہیں بنا سکتا تھا اس لئے ان کو سنبھال کر زندہ آسمان پر رکھ دیا کہ جب دُنیا میں فتنہ وفساد پھیلے گا تو ان کو بھیج دونگا پہلے تو مَیں نے بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ ماننے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے اب اس سے ظاہر ہے کہ ان کو زندہ ماننے والے خدا تعالیٰ کی ہتک تک بھی پہنچ گئے۔ کسی نے کہا ہے۔ ع

زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

عقیدہ حیاتِ مسیحؑ کی ابتداء

اس طرح حضرت مسیحؑ کو زندہ مان کر خدا تعالیٰ پر حملہ کر دیا گیا۔ ہم کہتے ہیں کیا وہ خدا جس نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان نبی پیدا کیا وہ پھر حضرت عیسیٰؑ جیسا نبی نہیں پیدا کر سکتا تھا؟ ضرور پیدا کر سکتا تھا پس اس کو ضرورت نہ تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ رکھ کر اپنی قدرت پر حرف آنے دیتا۔

غرض حضرت عیسیٰؑ کی حیات کا عقیدہ نہ صرف اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی ہتک کرنے والا ہے اور اس کی بنیاد اس وقت پڑی جبکہ مسلمانوں میں عیسائی شامل ہونے لگے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی یہ عقیدہ داخل ہوگیا۔ ورنہ کئی بڑے بڑے بزرگوں کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہوگئے ہیں۔ تو غلطی میں آکر مسلمانوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا ورنہ مجھے خیال بھی نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جان بوجھ کر ایسا عقیدہ رکھتا۔ دراصل انہوں نے اس طرف خیال ہی نہیں کیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اگر انہیں علم ہوتا کہ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

سخت ہتک ہوتی ہے تو وہ کبھی اسے اختیار نہ کرتے۔

معیار سچائی حضرت اقدسؑ

اس وقت ہم جس انسان کی صداقت پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اُمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے لئے آپ ہی کی اُمت سے کوئی انسان پیدا ہونا چاہئے کیونکہ دوسرے سے مدد مانگنے سے ہتک ہُوا کرتی ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰؑ آئیں تو اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے یا نہیں۔ کچھ عرصہ ہُوا مَیں نے اخبار میں ایک مضمون پڑھا تھا جس کا مجھ پر بڑا اثر ہُوا۔ عمان ایک پُرانی ریاست ہے وہاں جب بغاوت ہوئی تو ہندوستان سے تار دیا گیا کہ اگر ضرورت ہو تو ہم مدد دیں۔ اس کے جواب میں سلطان نے کہا۔ جب تک ہم میں جان ہے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں۔ تو جب تک کسی میں طاقت ہوتی ہے اس وقت تک دوسرے سے کوئی مدد کی درخواست نہیں کرتا اور نہ دوسرے سے مدد لینا چاہتا ہے۔ اب یہ صاف بات ہے کہ حضرت عیسیٰؑ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل نہیں ہیں بلکہ حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے ہیں اور انہی کی قوم کی تربیت کے لئے آئے تھے چنانچہ انہوں نے خود کہا ہے کہ مَیں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔[ع]

ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں فساد پیدا ہوگا تو ان کو اصلاح کے لئے بھیجا جائے گا۔ اس کا یہ مطلب ہُوا کہ خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی امداد کا محتاج بنائیگا، لیکن کیا وہ مقدس انسان جس نے دُنیا کو نُور سے بھر دیا اور وہ سخی مرد جس نے اپنے خزانوں کے دروازے اس قدر فراخ کر دیئے کہ دُنیا مالا مال ہوگئی اس کے ہاتھ میں (نعوذ باللہ) بھیک کا ٹھیکرا دینا اس کی ہتک کرنا نہیں؟ خدا تعالیٰ تو اس کو یہ فرماتا ہے کہ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ (الضحیٰ: ۱۱) ہم نے تجھے وہ نعمت دی ہے اور تم پر وہ انعام کئے ہیں کہ جو کوئی بھی تم سے مانگنے آئے اس کے سوال کو ردّ نہ کرو۔ تیرے پاس تو اتنی دولت ہے وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ: ۱۲) کہ تو علی الاعلان پُکار پُکار کر لوگوں کو کہہ کہ آؤ اور مجھ سے لو۔ ایک تو وہ سخی ہوتا ہے کہ جو اس سے مانگتا ہے اس کو ردّ نہیں کرتا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تیرا خزانہ اتنا وسیع ہے کہ تو جگہ بہ جگہ پھر اور شور مچا کہ آؤ مجھ سے لے لو اور یہی نہیں کہ جو سائل تیرے پاس آئے اسے تو دے بلکہ خود سائلوں کو تلاش کر کے دے۔ تو اس عظمت اور شان والا انسان جس کے سُپرد خدا تعالیٰ نے نُور اور معرفت کے خزانے کر دیئے اس کا بنی اسرائیل کے نبی کو بلا کر لانا کہ آؤ میری اُمت

ع متی باب ۱۵ آیت ۲۴ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء

میں فتنہ پڑگیا ہے اس کو دُور کر دو کہاں تک اس کی شان کے شایاں ہے۔ اگر واقع میں ایسا ہو تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ قیامت کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسٰیؑ کے سامنے کیونکر آنکھ اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جب کہ ایمان ثریا پر چلا گیا قرآن کو لوگوں نے چھوڑ دیا۔ دشمنوں نے اسلام کو مٹانے کے لئے کمریں باندھ لیں۔ اس وقت آپ کی قدرت قدسیہ باطل ہوگئی اور آپؐ کو دوسرے کے گھر سے دیا روشن کرنا پڑا اور دوسرے کی امداد نے آپ کی اُمت کو بچایا اس سے زیادہ افسوس اور رنج کی بات کون سی ہو گی اور اس سے زیادہ اور کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم ہو گا۔ اس بات کو سامنے رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل سے کسی عیسٰیؑ کو لانے کی ضرورت پیش آتے گی۔ بلکہ صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ ہی خود عیسٰیؑ کو پیدا کرے گی۔ آپؐ کا روحانی فیض اور آپؐ کی تعلیم ایسے آدمی کھڑے کرے گی جو آپ کی اُمت کی اصلاح کریں گے۔

اجراء نبوت کی حقیقت

اب جبکہ ان دونوں باتوں کا فیصلہ ہو گیا کہ حضرت عیسٰیؑ فوت ہو گئے ہیں اور اُمت محمدیہؐ کی اصلاح کے لئے اسی اُمت سے عیسٰیؑ کھڑا ہو گا تو کہا جا سکتا ہے کہ ان باتوں کو تو مان لیا لیکن خدا کی طرف سے آنے کا جو شخص دعوٰی کرتا ہے وہ تو کہتا ہے کہ مَیں نبی ہوں۔ کیا اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں ہوتی ہے؟ اس سے بھی تو ہتک ہوتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آتے۔

اس بات پر بھی ہم اسی طرح نظر ڈالتے ہیں کہ آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا آپ کی ہتک ہے یا عزت۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو رسول شریعت لاتے ہیں ان کی شریعت کو وہی نبی آکر مٹا سکتا ہے جو ان سے بڑا ہو۔ اب اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو اس کی شریعت کو مٹا دے تو اس سے نبی کریمؐ کی بہت بڑی ہتک ہوگی کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہو گا کہ آپؐ جو تعلیم لاتے وہ چونکہ قابلِ عمل نہیں رہی اس لئے اس کو بدلنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کیونکہ کوئی عمارت اسی وقت گرائی جاتی ہے جبکہ بوسیدہ ہو جاتے یا حسب منشاء استعمال کے قابل نہ رہے۔ اسی طرح شریعت محمدیہ اسی صورت میں منسوخ ہو سکتی ہے کہ یا تو ناقص ہو جاتے یا موجودہ زمانہ کے قابل نہ رہے۔ اب اگر کوئی یہ خیال رکھتا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ خیال کرے کہ باوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

کے قائم اور برقرار رہنے کے کوئی ایسا نبی آسکتا ہے تو اس میں بھی رسول کریمؐ کی ہتک ہے کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے علاوہ اور بھی کوئی ایسا دروازہ ہے کہ جس کے راستے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے اگر کوئی ایسا دروازہ ہو تو وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یا آپ سے بڑھ کر ہؤا اور یہ بھی آپؐ کی ہتک ہے۔ لیکن سوال تو یہ درپیش ہے کہ ایک انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرکے اتنا بڑھ سکتا ہے یا نہیں کہ جتنا پہلے نبیوں کی تعلیم پر عمل کرکے کوئی نہیں بڑھا اور آپؐ کی تعلیم پر عمل کرکے نہ کہ اس کے خلاف چل کر، آپؐ کی غلامی میں ہو کر نہ کہ آپ کی برابری کرکے، آپؐ کے احکام کو مان کر نہ کہ ان کو رد کرکے ایک شخص عزت کے اس مقام پر کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں جس کا نام نبوت ہے۔ پس اس کے متعلق دیکھنا چاہئے کہ ایسا نبی محمدؐ کی ہتک کرنے والا ہوگا۔ یا عزت کرنے والا۔

مجدد و مصلح کی ضرورت حقّہ

اس کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا نبی مان لیں تو اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے کیونکہ اس طرح ماننا پڑتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور مصلح کی ضرورت باقی ہے۔ اس کے متعلق ہم کہتے ہیں۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہے پھر اسلام میں مجدد کیوں آتے؟ اور بڑے بڑے بزرگ لوگوں سے بیعتیں لیتے رہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مصلح کی ضرورت تو موجود ہے اور ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ ہاں یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ایسے مصلحین سے بڑے درجے کا بھی کوئی آسکتا ہے یا نہیں۔ اگر تو رسول اللہ کے بعد آپؐ کی اُمت بگڑ نہیں سکتی تو پھر اس کے لئے کسی مصلح کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر بگڑ سکتی ہے اور شریعت کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ سکتی ہے تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی کمال ہے کہ آپؐ کی اُمت میں بُرائیاں تو پیدا ہو سکتی ہیں لیکن ان کو دُور کرنے والا کوئی نہیں پیدا ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ سے آپؐ کو جسقدر محبت ہے اس کا تو یہ تقاضا ہونا چاہئے کہ آپؐ کی اُمت کا خدا تعالیٰ زیادہ خیال رکھے نہ یہ کہ اسے آوارہ چھوڑ دے اور کہے جا تباہ ہو۔ دیکھو کسی کی خبرگیری بھی تو اس سے محبت کا ثبوت ہوتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے بچے بیمار ہوں تو میں ان کا کوئی علاج نہیں کرتا۔ آوارہ پھریں تو میں ان کا کوئی خیال نہیں رکھتا اور یہ میری محبت کا ثبوت ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل ہیں۔ تو ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی اُمت کی حفاظت بھی دوسری امتوں سے زیادہ کرے کیونکہ جس سے جتنا پیار اور عشق زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس سے سلوک

بھی کیا جاتا ہے۔ محبت میں تو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ وہ پانی جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے صحابہؓ آپس میں لڑ پڑتے۔[۵] عبداللہؓ بن عمر حج کو جاتے ہوئے اسی جگہ پیشاب کرتے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج پر جاتے ہوئے کیا تھا۔ آج کہا جائے گا کہ یہ بیہودہ بات تھی۔ مگر محبت کا علم جاننے والے جانتے ہیں کہ جس سے محبت ہو اس کی ہر ایک بات پیاری لگتی ہے۔ مگر کیسے افسوس کی بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کی اُمت بگڑ جاتے تو اس کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ کوئی انتظام نہیں کرتا۔ پس اگر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے تمام لوگ ہمیشہ نیک اور پرہیزگار ہی رہیں گے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے کسی مصلح کے آنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بات صحیح ہے تو واقع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن اگر یہ نظر آتے کہ مسلمان کہلانے والوں نے نمازیں چھوڑ دی ہوں حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتے میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان گھروں کو مع ان کے جلا کر راکھ سیاہ کر دوں[۶]۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا رحیم کریم انسان عشاء کی نماز کے لئے یہ فرماتا ہے تو دوسری نمازوں کے لئے خود سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان کا پڑھنا کتنا ضروری ہے۔ پس اگر لوگوں نے نمازیں چھوڑ دی ہیں اور زکوٰۃ جس کے متعلق حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جو اونٹ کی رسی تک نہیں دے گا میں اس سے جہاد کروں گا اس کا دینا ترک کر دیا ہے، اور اسی طرح شریعت کے دوسرے احکام کو چھوڑ دیا ہے تو پھر کیوں ان کے لئے کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہے؟ ہاں اگر مسلمان نہ بگڑتے تو ان کو کسی مصلح کی بھی ضرورت نہ ہوتی مگر جب ان کا بگڑنا ثابت ہے تو پھر یہ کیوں نہ مانا جاتے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے سامان بھی کیا ہوگا۔ اگر نہیں کیا تو یہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں یہ تو "انگور کھٹے ہیں" والی مثال ہے۔ جب ہر ایک شخص دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی حالت بگڑ چکی ہے تو پھر یہ کہنا کہ ہمیں کسی مصلح کی ضرورت نہیں اپنی بیہودگی کا ثبوت دینا ہے۔

امکانِ نبوت کی اصلیت

باقی رہا یہ کہ کوئی کہے اسلام میں مجدد اور مامور تو بے شک آئیں لیکن کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۵] بخاری۔ کتاب الشروط۔ باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وكتابة الشروط

[۶] بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب اخراج الخصوم واهل الريب من البيوت بعد المعرفة

کی ہتک ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا نبی ہونے کا دعویٰ کرے جو صاحبِ شریعت ہو اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے تو بے شک اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے لیکن اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کسی کو بطور اعزاز کے یہ درجہ اور رُتبہ دیا جائے تو اس میں آپؐ کی ہتک نہیں۔ بلکہ عزت ہے۔ دیکھو دُنیا میں اسی انسان کی بڑی عزت سمجھی جاتی ہے، جس کے ماتحت بڑے بڑے درجہ کے انسان ہوں۔ ایک کمانڈر انچیف کیوں بڑا ہوتا ہے اس لئے کہ کئی جنرل اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک جنرل کیوں بڑا ہوتا ہے اسی لئے کہ کئی کرنل اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ تو بڑے کی تعریف ہی یہ ہے کہ بڑے بڑے اس کے ماتحت ہوں۔ نہ یہ کہ بڑے بڑے تو مر جائیں اور جو پیچھے رہے وہ کہے کہ مَیں بڑا ہوں۔ یوں تو مُردوں میں بھی ایک بچہ بہادر کہلا سکتا ہے، لیکن کیا واقع میں وہ بہادر ہوتا ہے۔ بڑا بہادر دراصل میں وہی ہوتا ہے جو کئی بہادروں سے بڑا ہو ایک بچہ مردوں کے منہ پر طمانچے مار کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں بڑا بہادر ہوں۔ بہادر وہی ہوتا ہے جو دوسرے بہادر کے سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ اسی طرح مدرسہ کون سا اعلیٰ سمجھا جاتا ہے وہی جس میں لڑکا پڑھ کر دوسرے مدرسوں کے لڑکوں کے مقابلہ میں زیادہ لائق ثابت ہو سکے۔ اب دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے فضیلت دی ہے اور مَیں قیامت کے دن اپنی اُمت پر فخر کروں گا۔ اس کے متعلق یہ دیکھنا چاہئے کہ آپؐ کس بات پر فخر کریں گے اور وہ کون سی بات ہے جو اور کسی اُمت کو نہیں دی گئی مگر آپؐ کی اُمت کو دی گئی۔ یہی ہے کہ دوسرے انبیاءؑ کے اُمتیوں میں مجدد اور مصلح تو ہوتے رہے ہیں۔ لیکن کوئی نبی نہیں ہوا تو نبی نہیں ہوا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی فخر کی بات ہے کہ یہ درجہ آپؐ کے غلاموں میں سے کسی کو حاصل ہو تاکہ اس طرح آپؐ کی عزت اور عظمت بڑھے۔ پھر آپؐ کی اُمت میں سے کسی کے نبی ہونے کی ایک اور بھی وجہ ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا ہے کہ لَوْکَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ مَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ (الیواقیت والجواھر مؤلفہ امام عبدالوہاب شعرانی صـ۲۲ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ) اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کے لئے سوائے اس کے چارا نہ تھا کہ میری اطاعت کرتے۔ یہ ایک دعویٰ ہے جس کے متعلق دشمن اعتراض کر سکتا ہے کہ ایسا دعویٰ کرنا جس کا کوئی ثبوت نہ ہو بہادری نہیں ہے۔ اس اعتراض کا جواب دینا ضروری تھا اور اسی طرح دیا جا سکتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے اسی درجہ اور رُتبہ کا انسان بھیج دیا جاتا جو حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا درجہ تھا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

یہ دعویٰ سچا کرنے کے لئے موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے ضروری تھا کہ ایک شخص کو آپ کی اُمت میں سے کھڑا کیا جاتا جو ان کے درجہ پر پہنچ کر یہی کہتا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور ان سے ایک قدم دُوری میرے لئے ہلاکت اور تباہی ہے۔ کیونکہ جب آپ کی اُمت میں سے کوئی ایسا شخص کھڑا ہو تب آپ کا دعویٰ سچا ثابت ہو سکتا ہے۔ ورنہ اس کے بغیر آپ کا دعویٰ یونہی تھا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ آپ کی اُمت میں سے کسی کو نبوت کا درجہ دیا جاتا۔

دعویٰ نبوت پر اعزاز خیر البشر

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص جس نے اس زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس نے اگر اپنے قول اور فعل سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ثابت کی ہے یا آپ کی ہتک کی ہے۔ اگر اس کے عمل سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ثابت ہو تو اسے قبول کرنا چاہئے ورنہ ردّ کر دینا چاہئے۔

اس زمانہ میں اسلام کی جو حالت ہو رہی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس پر تباہی آ رہی ہے ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی مصلح کا آنا ضروری تھا۔ مگر سوائے اس کے اور کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے کا دعویٰ کیا ہو۔ اب وہ بھی سچا نہیں بلکہ جھوٹا ہے اور (نعوذ باللہ) دجّال ہے تو یہی کہا جائے گا کہ بجائے اس کے کہ خدائے تعالیٰ ایسی نازک حالت میں اسلام کی مدد کرتا اس نے بھیجا تو ایک دجّال کو بھیجا۔ حالت تو یہ ہو کہ ایک مریض مر رہا ہو اس وقت چاہئے تو یہ کہ اسے ایسی دوا دی جائے جس سے وہ شفا پائے لیکن اُلٹا زہر دے دیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ وہ دجّال بھی عجیب ہے کہ اس کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجتا ہو، آپؐ کی شان کو ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرتا ہو اور اسلام کی خدمت میں مشغول نہ ہو۔ مسلمان کہلانے والوں کی تو یہ حالت ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والوں، آپ کو گالیاں دینے والوں، اسلام پر حملے کرنے والوں سے بغل گیر ہوں۔ مگر اس کی غیرت کا یہ حال ہو کہ پنڈت لیکھرام سلام کے لئے آیا اور وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس طرف سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اس پر سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے لیکھرام کو پہچانا نہیں اور بتایا جاتا ہے کہ پنڈت لیکھرام آپ کو سلام کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اس پر اس کا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اس کو شرم نہیں آتی میرے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کرنے کے لئے آیا ہے۔ پھر جہاں کہیں کوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے وہ اسی پر پل پڑتا ہے۔ امریکہ میں ایک

شخص ڈوئی اُٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے اسلام کو مٹانے اور عیسائیت کو پھیلانے آیا ہوں۔ اس کو للکارتا ہے کہ آ مجھ سے مقابلہ کر اور دیکھ کہ اسلام غالب آتا ہے یا عیسائیت۔ یہ سُن کر وہ کہتا ہے کہ اس کی طاقت ہی کیا ہے میں اسے موری کے کیڑے کی طرح مسل دوں گا۔ اس کے جواب میں وہ انسان کہتا ہے کہ خدا تجھے ذلیل اور رسوا کرے گا اس پر کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ ڈوئی کا باپ اعلان کرتا ہے کہ یہ حرام کا لڑکا ہے۔ پھر اس کے بیوی بچے اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اس کی بُرائیاں اور بدکاریاں دُنیا میں ظاہر کرتے ہیں۔ پھر اس پر فالج گرتا اور ذلت اور رسوائی کی موت سے مرتا ہے۔ جس پر عیسائی اخبار لکھتے ہیں کہ عیسائیت کے پہلوان پر اسلام کا پہلوان غالب آگیا۔ تو وہ شخص جو اسلام کے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

وہ اگر نعوذ باللہ دجّال ہے تو پھر مسلمان کون ہوسکتا ہے؟ وہ تو خود کہتا ہے کہ اگر خدا کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کُفر ہے تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ کیونکہ وہ اسلام جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہو اس سے یہ کُفر مجھے ہزار درجہ پسند ہے جس سے آپ کی عزت اور عظمت ثابت ہوتی ہے۔

سچائی معلوم کرنے کا طریق

پس اس کی صداقت معلوم کرنے کے لئے اس کے کاموں اور اس کے ماننے والوں کے کاموں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ آیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے، اسلام کو ذلیل کرتے ہیں یا دُنیا کے چاروں کونوں میں اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پہنچانے میں لگے ہوتے ہیں۔ گو اس وقت ہماری جماعت دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور مالی حالت بھی کمزور ہے مگر ہم نے مختلف ممالک میں اپنے مبلغ بھیجے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک آدمی جس قدر دین کی خدمت کرسکتا ہے اس میں لگا ہوا ہے اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لیے تیار ہے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا میں نے لندن میں مسجد بنانے کے لئے ایک لاکھ کی تحریک کی تھی جس میں اس وقت تک ۹۲ ہزار کے قریب روپیہ جمع ہوگیا ہے۔

پس اس اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے جو ہم اور دوسرے لوگوں میں پایا جاتا ہے یہ دیکھنا

چاہئے کہ کس کے عقائد ایسے ہیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے اور کس کے ایسے ہیں جن سے عزت۔ ہمارے افعال اور حالات سے اگر ہمارے مخالفین پر یہ ثابت ہو جائے کہ ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ثابت ہوتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس سلسلہ کی طرف توجہ نہ کریں۔

خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے اور اس بات کی توفیق دے کہ آپ لوگ ان عقائد کو چھوڑنے میں کسی رشتہ اور تعلق کی کوئی پرواہ نہ کریں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے اور ان عقائد کو اختیار کریں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت کا ثبوت ملتا ہے تاکہ دُنیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم ہو۔